JIHĀT-UL-ISLĀM
Vol: 17, Issue: 01, Jul – Dec 2023

OPEN ACCESS
JIHĀT-UL-ISLĀM
pISSN: 1998-4472
eISSN: 2521-425X
www.jihat-ul-islam.com.pk

پراویڈنٹ فنڈ پر وجوب زکوٰۃ اور عدم زکوٰۃ: علماء کی آراء کا تفصیلی جائزہ

Zakat Requirement on Presidential Fund and Non-Zakat: A Detailed Examination of Scholars' Opinions

Hafiz Liaqat Ali
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
University of th Punjab, Lahore, Pakistan.

Aziz ur Rehman Ariyan
Lecturer, Department of Islamic studies,
The University of Lahore, Lahore, Pakistan.

ABSTRACT

The government or the company deducts a certain amount from the salaries of its employees, voluntarily or forcibly, every month, in the name of Provident Fund, and adds the same amount to it and keeps it in its custody in the name of the employees. The money is paid to them on leaving the job, it is halal to take the whole amount, because half of it is from the employee himself and half is a reward from the government or the company. However, the research of the scholars regarding the obligation of zakat in the provident fund is that until the amount of the provident fund is received by the employee, zakat is not obligatory on him, and even after the money is received, the zakat of the previous years is not obligatory. However, the obligation of zakat on such money starts from the time when that money is received, except if the provident fund is not forced and the employee has deducted the money for it by his own authority, caution in this case. If the money is received, the previous year's Zakat should be added.

Keywords: *Provident Funds, GP Fund, Zakat, Employees, Obligatory*

تعارف

فرائض اسلام میں سے ایک اہم فریضہ ادائیگی زکوٰۃ کا ہے۔ زکوٰۃ ایک مالی عبادت ہے گویا اس کا تعلق مال کے ساتھ ہے جب مال ایک متعین مقدار کو پہنچ جائے تو صاحب نصاب پر شرائط کے پائے جانے کی صورت میں فرض ہو جاتا ہے۔ کچھ نجی و سرکاری اداروں میں ایک فنڈ ملازمین کی تنخواہوں سے منہا کر کے کچھ رقم اداروں کی جانب سے ملا کر جمع کیا جاتا ہے۔ اب آیا اس جمع شدہ پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اس حوالے سے معاصر علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے کچھ زکوٰۃ کے وجوب کے قائلین ہیں جب کہ اکثر علماء عدم وجوبِ زکوٰۃ کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ اس مضمون میں پراویڈنٹ فنڈ کی تعریف اور شرعی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے فریقین کے موقف اور دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں خلاصہ بحث پیش کیا گیا ہے۔

پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کے وجوب و عدم وجوب سے پہلے اس کی شرعی حیثیت کو سمجھنا ضروری ہے پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت سے مراد یہ ہے کہ جب تک ملازم یہ رقم پر قابض نہیں ہوتا اس وقت تک یہ رقم ادارہ کے پاس ہے اب اس رقم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ آیا یہ ملازم کی تملیک ہے، ادارہ کی تملیک ہے یا پھر ملازم کا دَین ہے جو ادارہ کے ذمہ ہے؟۔ پھر اگر دَین ہے تو دَین کی کون سی قسم ہے اور آیا دَین کی کوئی ایسی قسم بھی موجود ہے جس میں اس دَین پر زکوٰۃ کی ادائیگی لازم نہیں ہوتی اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہاں پر کل تین رقوم بنتی ہیں، پہلی رقم وہ ہے جو ملازم کی تنخواہ سے ہر ماہ کاٹی جاتی ہے، دوسری رقم وہ ہے جو ادارہ یا کمپنی اپنی طرف سے ہر ماہ شامل کرتی ہے اور تیسری رقم ان دونوں رقوم پر بینکوں میں لگنے والی اضافی رقم ہے۔ مفتی شفیع صاحب دَین کی اقسام بیان کرنے کے بعد پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت کو کچھ اس طرح سے بیان فرماتے ہیں:

"ان تینوں قسموں (دَین قوی، متوسط، ضعیف) کی حقیقت کو معلوم کرنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کی جو رقم محکمہ کے ذمہ ملازم کا دَین ہے وہ کون سی قسم کا (دَین) ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ دَین قوی نہیں ہو سکتا اس لیے ہ دَین قوی مال تجارت کے معاوضہ میں واجب ہوتا ہے اور ملازم کی اجرت اس کی خدمات کا معاوضہ ہے ان 'خدمات' کے حکماً مال ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں تو کلام ہو بھی سکتا ہے لیکن یہ بات تو بداہتہً متیقن ہے کہ وہ مال تجارت نہیں اور جب وہ مال تجارت نہیں تو ان کے معاوضہ میں واجب ہونے والی اجرت دَین قوی نہیں ہو سکتی۔ اب آخری دو قسمیں رہ جاتی ہیں ان دو قسموں میں سے کسی ایک کا تعین اس بات پر موقوف ہے کہ 'خدمات' کے بارے میں یہ طے کیا جائے کہ وہ مال ہیں یا نہیں، یہ بات تو طے شدہ ہے کہ خدمات اور منافع اپنی اصل کے اعتبار سے مال نہیں اسی لیے وہ اتلاف کے موقع پر مضمون نہیں ہوتے۔ اگر اس پہلو کا لحاظ کیا

جائے تو پراویڈنٹ فنڈ دَین ضعیف قرار پاتا ہے لیکن ساتھ ہی باب اجارہ میں ضرورت کی وجہ سے انہیں مال قرار دیا گیا ہے اور اسی بناء پر عقد اجارہ جائز ہوا ہے لہٰذا اگر اس پہلو کی رعایت کی جائے تو پراویڈنٹ فنڈ دَین متوسط میں داخل ہو جاتا ہے۔

پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت کو جاننے کے بعد ہمارے سامنے چار طرح کی رائے سامنے آتی ہیں۔ ذیل میں چاروں آراء کو دلائل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا موَقف: پراویڈنٹ فنڈ پر وجوب زکوٰۃ کے قائلین کا موَقف

پہلی رائے کے مطابق پراویڈنٹ پر زکوٰۃ ہر صورت میں (جب وجوب زکوٰۃ کی دیگر تمام شرائط پائی جائیں تو) واجب ہے اس موَقف کے قائلین میں سابقہ فتوے کو مد نظر رکھتے ہوئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (بعد میں مفتی شفیعؒ کے تحقیقی خط پر حضرت نے اس فتویٰ سے رجوع فرمالیا تھا) اورڈاکٹر ادریس حبان چرتھاوَلی شامل ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"بینک میں رکھی ہوئی امانتوں اور پراونڈنٹ فنڈ پر تمام سالوں کی زکوٰۃ ضروری ہے اور یہ اس وقت ادا کی جائے گی جب ان میں سے ساڑھے دس تولے چاندی کی قیمت یا اس سے زائد رقم وصول ہوجائے۔ (یعنی نصاب کا وصول ہوجائے)۔

زکوٰۃ کا مسئلہ بڑا اہم ہے یہ اسلام کا تیسرا رکن عظیم ہے قرآن کریم اور احادیث نبوی نے جگہ جگہ کثرت سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا ہے بلکہ بیشتر مقامات پر تو نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے دور رسالت اور دور صحابہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چند لوگوں نے زکوٰۃ دَینے سے انکار کیا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا کہ جو شخص دور نبوی میں اونٹ کے ساتھ اس کی رسی زکوٰۃ میں دیا کرتا تھا اور آج صرف اونٹ دے گا اور رسی دَینے سے انکار کرے گا تو ابو بکر اس سے جہاد کرے گا۔ آپ نے زکوٰۃ کے سلسلہ میں کسی طرح کا تساہل برداشت نہ کیا انہی حضرات کی محنتوں اور کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم تک دین صحیح سالم پہنچا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی بہت ضروری ہے جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح ہر مالک نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اس کا مال اللہ کے حفظ وامان میں ہو جاتا ہے اور اس میں بڑھوتری ہوتی رہتی ہے۔ یہ سوچ بالکل غلط ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں کمی ہوتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہے جو شخص زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو اس کا مال مختلف بہانوں جیسے بیماری یا غلط مقدمات میں پھنس کر آخر کار ضائع ہو جاتا ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو سخت دھمکی اور وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٌ

اور وہ لوگ جو سونا چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو درد ناک عذاب کی بشارت سنا دیجئے۔

کون ہے جو اللہ کے عذاب کو سہنے کی جرأت کرے؟ دنیا کی معمولی سی تکلیف ہم برداشت نہیں کر سکتے پھر آخرت کے عذاب کا کیا پوچھنا؟ اللہ ہم سب کو احکام شرعیہ کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!"۔[1]

دوسرا مؤقف: قبضہ کے بعد گزشتہ سالوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے قائلین کا مؤقف

اس مؤقف کے قائلین کے مطابق جب تک پراویڈنٹ فنڈ کی رقم قبضہ میں نہیں آجاتی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں لیکن جب قبضہ ہو جائے تو سالہائے ماضیہ کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ چنانچہ مفتی محمد جعفر ملی رحمانی فرماتے ہیں:

"فی الحال (یعنی قبضہ سے قبل) اس رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے ملکیت، ملکیتِ تامہ نہیں ہے، جو وجوبِ زکوٰۃ کا سبب ہے"۔[2]

زکوٰۃ کے عدم وجوب کی وجہ مفتی صاحب ملکیت تام نہ ہونا کو قرار دیتے ہیں۔ یہ تمام تفصیل تو اس وقت ہے جب رقم پر قبضہ نہ ہو لیکن ریٹائرمنٹ کے بعد جب وہ رقم ملازم کو مل جاتی ہے اور اس کی ملکیت میں آجاتی ہے تو اس بارے میں مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"البتہ جب یہ رقم مل جائے تو اس پر سال گذر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب ہو گی۔

دلیل: ما فی " الدر المختار " : (وسببه) أی سبب افتراضها (ملك نصاب حولی تام)۔"[3]

اس میں تو کوئی تردد نہیں کہ جب سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی یا نہیں اصل مسئلہ تو گزشتہ سالوں کی ادائیگی زکوٰۃ کا ہے جس کے بارے میں مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی، مگر احتیاط و تقویٰ یہ ہے کہ ہر سال اپنی وضع شدہ رقم سے زکوٰۃ ادا کر دیجائے"۔[4]

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے امداد الفتاویٰ کے اندر اس حوالے سے دو متعارض فتاوی جات موجود ہیں ابتداء حضرت حکیم الامت نے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کو دَین قوی قرار دے کر زکوٰۃ کے وجوب کا فتویٰ صادر فرمایا تاہم بعد میں حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ کے تحقیقی خط کی بنا پر اپنے قول سے رجوع فرمایا اور عدم وجوب زکوٰۃ کا فتویٰ صادر فرمایا۔

ان کا پہلا فتویٰ ملاحظہ ہو:

" سرکاری ملازموں سے تنخواہ کا ایک آنہ روپیہ جو فنڈ مین جمع کیا جات ہے اور مع سود وغیرہ مستعفی ہونے پر ملتا ہے اسکی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے۔ دَین مہر کی طرح یوم القبض سے حولا حول متعبر ہو گا یا دیگر دیون کی طرح وصول ہونے پر سالہائے گزشتہ کا بھی ادا کرنا ہو گا؟"[5] اس کے جواب میں حضرت فرماتے ہیں: "یہ دَین قوی ہے لہٰذا گزشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہو گی"۔[6]

تیسرا مؤقف: قبضہ کے بعد صرف ملازم کی تنخواہ سے منہا کیے جانے والی رقم پر سالہائے ماضیہ کی زکوٰۃ کے وجوب کے قائلین

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی کا موقف

اس حوالے سے مفتی محم شعیب اللہ خان مفتاحی صرف اس رقم پر قبضہ کے بعد سالہائے ماضیہ پر وجوب زکوٰۃ کا مؤقف رکھتے ہیں جو دوران سروس ملازم کی تنخواہ سے منہا کی جاتی رہی ہے۔ ان کا مؤقف اور دلیل ملاحظ ہو:

> " جہاں تک اس رقم کا سوال ہے جو کمپنی یا ادارہ اپنی طرف سے ادا کرتا ہے تو اس کے بارے میں نفائس الفقہ میں کچھ اس طرح سے ہے: " جہاں تک اس زائد رقم کا سوال ہے، تو یہ جب تک کمپنی؛ یا ادارہ ملازم کو نہیں دے دیتا، وہ نہ اس کی ملکیت میں داخل ہو گی اور نہ اس پر اس کا استحقاق ہو گا؛ کیوں کہ یہ کمپنی یا سرکار کی طرف سے ایک تبرع اور احسان ہے، چاہے وہ دے یا نہ دے؛ لہٰذا اس پر زکوٰۃ کے عائد کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔[7]

اس کے بعد بچ جاتی ہیں دور قوم ایک وہ جو ملازم کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور ایک وہ جو اضافی رقم بینکوں کی طرف سے لگتی ہے اس کے بارے میں تفصیل ملاحظہ ہو: اب رہی وہ رقم جو ملازم کی تنخواہ کا جزء و حصہ ہے، یہ اگرچہ ابھی ملکیت میں داخل نہیں ہے؛ لیکن ملازم کا اس پر استحقاق ہے اور یہ تنخواہ کمپنی یا سرکار پر واجب الادا ہے اور دَین ہے۔ دَین کے متعلق امام محمد و امام ابو یوسف رحمہا اللہ کا مسلک یہ ہے کہ دَین کسی قسم کا ہو، اس کی زکاۃ واجب ہے اور گذشتہ ایام کی زکاۃ بھی ادا کرنا ضروری ہے اور دَین کی رقم تھوڑی یا زیادہ، جتنی بھی وصول ہو، اس کی زکاۃ ادا کرے، البتہ دَین سعایہ و دَین کتابت اور دَین دیت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ امام سرخسی اور امام ابن نجیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں:

> "وقال أبو يوسف و محمد: الديون كلها سواء تجب الزكاة قبل القبض و كلما قبض شيئاً زكّاه قلّ أو كثر إلا دَين الكتابة و السعا ية و فى رواية الدية أيضا"۔

ان حضرات کے مطابق پراویڈنٹ فنڈ کی اس رقم پر جو جزو تنخواہ ہے اور کمپنی کے ذمہ ہے، زکاۃ دَینا لازم ہو گا اور جب بھی اس کا کوئی حصہ یا کل رقم مل جائے، گذشتہ تمام سالوں کی زکاۃ لازم ہو گی۔"8

چوتھا موَقف: پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کے عدم جواز کے قائلین کا موقف ودلائل

چوتھا اور میرے نزدیک راجح موَقف چوتھا ہے جو پراویڈنٹ فنڈ پر نہ تو قبضہ سے پہلے زکوٰۃ کو واجب قرار دیتے ہیں اور نہ ہی قبضہ کے بعد گزشتہ سالوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے قائل ہے اس لیے کہ پراویڈنٹ فنڈ کی شرعی حیثیت سے واضح ہوا کہ یہ دَین قوی نہیں ہو سکتا بلکہ دَین ضعیف یا دین متوسط ہو سکتا ہے۔ تو جہاں تک وجوب زکوٰۃ کے مسئلہ کا تعلق ہے دونوں صورتوں میں عملاً کوئی فرق واقع نہیں ہوتا اس لیے کہ دَین ضعیف ہو یا دَین متوسط صاحب بدائع کی تصریحات کی روشنی میں دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی لہٰذا خواہ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کو دَین ضعیف کہا یا دَین متوسط صاحب بدائع کی تصریحات کے مطابق اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اور جس دن وہ رقم وصول ہو گی اس روز شرعاًیوں سمجھا جائے گا کہ یہ رقم آج ملازم کی ملک میں آئی ہے اسی کے حساب سے آئندہ زکوٰۃ ادا کی جائے گی جتنے عرصہ وہ وصول نہیں ہوئی اتنے عرصہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہو گی۔ اگرچہ پراویڈنٹ فنڈ کے دَین متوسط یا دَین ضعیف ہونے سے مسئلہ پر کوئی خاص فرق نہیں پڑتا دونوں صورتوں میں سنین ماضیہ کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوتی لیکن اتنا فرق ضرور ہے کہ اگر اسے دَین ضعیف میں داخل سمجھا جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول پر عدم وجوب زکوٰۃ میں کوئی ادنیٰ شبہ بھی نہیں رہتا اور اگر دَین متوسط میں داخل کیا جائے تو اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کی اصح روایت کے مطابق اس پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی لیکن ایک مرجوح روایت وجوب زکوٰۃ کی بھی ہے اس لیے مسئلہ کی علمی تحقیق کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس دَین کی ٹھیک ٹھیک حیثیت متعین کی جائے۔

اس حیثیت سے جب ہم پراویڈنٹ فنڈ پر غور کرتے ہیں تو دلائل کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ اسے دَین ضعیف کہا جائے اس لیے کہ منافع کو صرف ضرورت کی وجہ سے عقد اجارہ میں مال قرار دیا گیا ہے ورنہ وہ اصل مذہب میں مال نہیں ہیں۔ علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں مہر کے ایک مسئلہ کے تحت امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> **"وجه قلهما ان المنافع ليست باموال متقومة على اصل اصحابنا ولهذا لم تكن مضمونة با لغصب والاتلاف انما يثبت لها حكم التقوم فى سائر العقود شرعا ضرورة دفعا للحاجة بها،9**

اور چونکہ منافع کو محض ضرورت کی وجہ سے خلاف قیاس مال قرار دیا گیا ہے اس لئے اسے صرف ضروورت ہی کے مواقع پر مال کہا جائے گا، ہر مسئلہ میں انہیں مال کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی، باب زکوٰۃ میں انہیں مال قرار دَینے کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے یہاں ان کی حیثیت غیر مال کی ہو گی اور ان کے معاوضہ میں جو دَین واجب ہو اسے دَین ضعیف قرار دیا جائے گا اور فقہ میں یہ بات کچھ مستبعد نہیں کہ ایک چیز ایک باب میں مال ہو اور وہی چیز دوسرے باب میں غیر مال قرار دی جائے مثلاً منافع باب اجارہ میں مال ہیں لیکن ہی منافع مغصوب ہو جائیں تو انہیں مال نہیں قرار دیا گیا۔ اسی لیے ان کا کوئی ضمان نہیں۔ اس کے علاوہ ابن نجیم نے البحر الرائق میں تصریح کی ہے کہ اگر عبد تجارت کے لیے نہ ہو اور اسے اجرت پر دے دیا جائے تو اس کی اجرت پر اسوقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک کہ اجرت قبضہ میں نہ آجائے اور اس پر سال نہ گذر جائے حالانکہ صاحب بحر دَین متوسط پر وجوب زکوٰۃ کی روایت ترجیح دیتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے خدمت عہد کو بھی حکم زکوٰۃ میں مال قرار نہیں دیا چہ جائکہ خدمت حر کو۔

اس ساری بحث کو ذکر کرنے کے بعد مفتی صاحب بحث کا خلاصہ ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں دود احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ دَین متوسط ہے و اوور دوسرے یہ کہ اسے دَین ضعیف قرار دیا جائے اور دَین ضعیف ہونے کا احتمال راجح ہے لہٰذا اس راجح احتمال کی بنیاد پر تو اس پر زکوٰۃ واجب ہونے کا کوئی سوال نہیں اور اگر اسے دَین متوسط قرار دیا جائے تب بھی امام کرخیؒ صاحب بدائع اور صاحب غایۃ البیان کی تصریح کے مطابق واضح روایت یہی ہے کہ س پر سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی علامہ شامی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے[10] البتہ صاحب بحر نے دَین متوست پر زکوٰۃ کے وجوب کو ترجیح دی ہے لیکنن اجرت عبد کے سلسلہ میں انہوں ہی یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر عبد تجارت کے لیے نہ ہو اس کی اجرت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تاوقتیکہ اس پر قبضہ ہو کر سال نہ گزر جائے اور جب خدمت عبد کی اجرت پر انہوں نے یہ حکم لگایا ہے تو پھر خدمت حر پر یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہو گا لہٰذا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے مطابق پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ سالہائے گزشتہ واجب نہیں ہوتی"11۔

جامعہ فاروقیہ کراچی والوں کا مؤقف بھی یہی ہے چنانچہ ان کا فتویٰ دیکھئے:

"جہاں تک "پراویڈنٹ فنڈ" یا "ڈی ایس پی فنڈ" پر زکوٰۃ کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے: کہ گورنمنٹ "پراویڈنٹ فنڈ" اور پرائیویٹ کمپنیوں کے " پراویڈنٹ فنڈ" کی نوعیت میں کچھ فرق ہے، جس کی وجہ سے احکام میں بھی فرق ہو گا:

گورنمنٹ پراویڈنٹ فنڈ میں حکومت مستاجر (Employer) ہے اور ملازم اجیر (Employee) ہے چوں کہ فنڈ کی رقم مستاجر (حکومت) کے قبضہ میں رہتی ہے، اس پر اجیر (ملازم) کا قبضہ نہیں ہوتا، قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے بدستور حکومت پر دَین (قرض) ہے، لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، وصول ہونے کے بعد بھی اس پر گزشتہ زمانے کی زکوٰۃ نہیں، البتہ آئندہ کے لیے زکوٰۃ فرض ہونے کی درج ذیل صورتیں ہیں:

ملازم اگر فنڈ وصول ہونے سے پہلے صاحبِ نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی (612 گرام) کی قیمت کا مالک) نہیں تھا اور فنڈ کی رقم بھی اتنی کم ملی کہ اسے ملا کر بھی اس کا کل مال مقدارِ نصاب کو نہیں پہنچتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر ملازم پہلے سے صاحبِ نصاب نہیں تھا، مگر اس رقم کے ملنے سے صاحبِ نصاب ہو گیا، تو یہ فنڈ وصول ہونے کے وقت سے جب تک پورا ایک قمری (اسلامی) سال نہ گزر جائے، اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ ہو گی۔ (ہاں! اگر وہ پہلے ہی ادا کر دے تو ادا شمار ہو گی) اور سال پورا ہونے پر بھی اس شرط پر ادائیگی واجب ہو گی کہ اس وقت تک یہ شخص صاحب نصاب رہے، لہٰذا اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ یا چوری وغیرہ ہو کر اتنا کم رہ گیا کہ یہ شخص صاحبِ نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اور اگر خرچ ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدرِ نصاب ہی رہا تو جتنا باقی بچا صرف اس کی زکوٰۃ فرض ہو گی، جو خرچ ہو گیا اس کی فرض نہ ہو گی۔

اور اگر یہ ملازم پہلے سے صاحبِ نصاب تھا تو فنڈ کی رقم مقدار نصاب سے خواہ کم ملے یا زیادہ اس کا سال علیحدہ شمار نہ ہو گا، بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہو گا، فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہو جائے گی، خواہ اس نئی رقم پر ایک ہی دن گزرا ہو، مثلاً: ایک شخص کی ملکیت میں نوے ہزار روپے سال بھر موجود رہے، سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اسے "پراویڈنٹ فنڈ" یا "ڈی ایس پی فنڈ" کے مثلاً: دس ہزار روپے مل گئے، تو اب اگلے روز اسے پورے ایک لاکھ روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی۔

اگر ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی تجارتی کمپنی کو اس شرط پر دی کہ وہ اسے تجارت میں لگائے اور ملازم اس کے نفع ونقصان میں شریک ہو (یعنی کمپنی کو نقصان ہوا تو ملازم کے حصے کا نقصان ملازم پر پڑے اور نفع ہوا تو نفع کا اتنا فی صد (جتنا بھی طے ہوا ہو) ملازم کو ملے) تو جس وقت سے یہ رقم اس تجارتی کمپنی کو منتقل ہو گی اس پر اس وقت سے زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ملازم پر ضابطہ کے مطابق واجب ہوتی رہے گی اور جب اس پر نفع ملنا شروع ہو گا تو نفع پر بھی زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔

پرائیویٹ کمپنیوں کا پراویڈنٹ فنڈ: ایک مستقل کمپنی کی تحویل میں دے دیا جاتا ہے، جس میں ملازمین کا ایک نمائندہ ہوتا ہے، یہ کمپنی چوں کہ ملازمین کی وکیل ہے، لہٰذا کمپنی کا قبضہ ملازم کا قبضہ شمار ہوگا، جس کی وجہ سے اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ملازم کے ذمے واجب ہوتی رہے گی"۔[12]

مولانا سید سلمان منصور پوری صاحب کا موقف بھی یہی ہے البتہ وہ اس صورت میں فنڈ پر زکوٰۃ کو واجب کہتے ہیں جب پراویڈنٹ فنڈ جبراً کاٹا جائے اور اگر یہ رقم اختیاری جمع کروائی جائے تو اس صورت میں جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"ملازمین کی تنخواہوں میں جو جزو جبراً کاٹ کر جمع کرلیا جاتا ہے جسے پرائیویڈٹ فنڈ کہتے ہیں، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں؛ اس فنڈ میں سے دورانِ ملازمت بطور قرض اگر رقم نکال لی جائے پھر بھی اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ ملازمت ختم ہونے پر جب یہ رقم ملازم کو ملے گی تو اس کے مقبوضہ مال میں شامل ہوگی اور آئندہ حسبِ ضابطہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔

> نوٹ: پرائیویڈٹ فنڈ بعض صورتوں میں اختیاری ہوتا ہے، یعنی کمپنی کی طرف سے رقم جمع کرنا لازم نہیں ہوتا؛ بلکہ ملازم کے اختیار میں رہتا ہے، اور وہ جب چاہے اس اختیاری جمع شدہ رقم کو نکال کر اپنے استعمال میں لا سکتا ہے، تو ایسی صورت میں اس اختیاری جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی"۔[13]

مفتی سید نجم الحسن امروھی صاحب کا موقف

مفتی سید نجم الحسن امروھی صاحب اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"حکومت سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں سے ہر ماہ جو رقم کاٹ لیتی ہے اس کو پراویڈنٹ فنڈ کہا جاتا ہے اور یہ ملازمین کی تنخواہ کا حصہ ہوتا ہے شرعی اعتبار سے یہ دَین ضعیف کے حکم میں ہے اس پر اس وقت زکوٰۃ لازم ہوگی جب بقدر نصاب قبضے میں آجائے اور اس پر ایک قمری سال گزر جائے لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔"[14]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کا موقف

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی اسی حوالے سے پوچھے جانے والے ایک سوال کے جواب میں یوں رقمطراز ہیں:

"زکوٰۃ کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ جس تاریخ کو آپ پہلی مرتبہ صاحب نصاب ہوئے ہر سال وہی تاریخ آپ کے لئے معیار ہوگی، اس تاریخ کو جتنی رقم آپ کے پاس موجود ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ آپ اسی وقت زکوٰۃ ادا کریں یا اس کے بعد آنے والے رمضان المبارک میں، لہٰذا اگر اس تاریخ سے پہلے آپ کو پراویڈنٹ فنڈ کی کچھ رقم مل جائے تو ابھی آپ پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، اس رقم کا جو حصہ اس تاریخ کو موجود رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، تاہم اگر پہلے ہی زکوٰۃ ادا کریں تو

یہ بھی درست ہے، جتنی رقم کی زکوٰۃ اس وقت آپ ادا کریں اس کا حساب ذہن میں رکھیں اور جو تاریخ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے معیار ہے، اس تاریخ کو جو رقم آپ کے پاس موجود رہے اس میں سے اتنی رقم منہا کرکے بقیہ کی زکوٰۃ ادا کردیں۔"[15]

"مفتی تقی عثمانی صاحب بھی پوچھے جانے والے دو سوالات کے جوابات میں فرماتے ہیں:

پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ اسی وقت واجب ہوتی ہے جب وہ ملازم کے قبضے میں آجائے اس سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اور قبضے میں آنے کے بعد بھی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بلکہ اسی سال کی واجب ہوگی جس میں وہ قبضے میں آیا۔"[16]

دوسرے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"اس بارے میں اہل علم کی تحقیق یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم جب تک ملازم کو وصول نہ ہوجائے اس وقت تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور رقم وصول ہونے کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، ایسی رقم پر زکوٰۃ کا وجوب اس وقت شروع ہوتا ہے جس وقت سے وہ رقم وصول ہوئی ہے، البتہ جو پراویڈنٹ فنڈ جبری نہ ہو، اور ملازم نے اپنے اختیارات سے اس کے لئے رقم کٹوائی ہو اس کے معاملے میں احتیاط اسی میں ہے کہ رقم وصول ہونے پر سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ ادا کردی جائے۔ مختصراً اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہائے نے دَین کی جو تین قسمیں قوی، متوسط اور ضعیف قرار دی ہیں۔(۱) پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ان میں سے دَین ضعیف ہی میں داخل ہوسکتی ہے، اور دَین ضعیف پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، اس مسئلے کی مکمل تحقیق حضرات مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے امداد الفتاویٰ، جلد سوم، ص:۶۴۸ تا ۶۵۰ مطبوعہ کراچی میں لکھ دی ہے،(۲) اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی تصدیق فرماکر اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع فرمایا ہے۔ واللہ اعلم "[17]

مولانا یوسف لدھیانویؒ کا موقف

"س... یہی مؤقف مولانا یوسف لدھیانویؒ کا بھی ہے ان کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب وہ وصول ہوجائے، جب تک وہ گورنمنٹ کے کھاتے میں جمع ہے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، اس مسئلے پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ لائق مطالعہ ہے"[18]

مفتی عزیز الرحمن عثمانی کا موقف

"مفتی عزیز الرحمن عثمانی کے بھی تین فتاویٰ جات اسی موَقف کے موَید ہیں:

" ملازمان کی تنخواہ میں سے جو کچھ روپیہ وضع ہوتا ہے اور پھر اس میں کچھ رقم ملا کر بوقت ختم ملازمت ملازموں کو ملتا ہے وہ ایک انعام سرکاری سمجھا جاتا ہے اس کی زکوٰۃ گذشتہ برسوں کی واجب نہیں ہوتی۔ آئندہ کو بعد وصول کے جب سال بھر نصاب پر گذر جاوے گا، اس وقت زکوٰۃ دَینا لازم ہو گا۔ (۱) فقط۔"[19]

دوسرا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"(سوال ۷۰۵) فتویٰ نمبر ۲۵۲۰ پہنچا۔ آیا پراویڈنٹ فنڈ بنک یا ڈاکخانہ کی رقموں پر زکوٰۃ دینا واجب ہے یا نہیں۔ بنک وڈاکخانہ کی رقمیں تو جمع کرنے والے کے قبضہ واختیار میں رہتی ہیں یعنی جب وہ چاہے روپیہ نکال سکتا ہے مگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ایسی ہے کہ جو ملازمت ترک کرنے یا وفات کے بعد مل سکتی ہے، پس اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ جناب نے سود کو ناجائز لکھا ہے کہ سود لینا تو کسی سے جائز نہیں ہے، اور پھر فرماتے ہیں کہ بنک وغیرہ سے سود لے کر غرباء کو دے دَینا چاہئے جبکہ سود ناجائز ہے تو ایسی ناجائز رقم غرباء کو دَینا کہاں تک جائز ہو سکتا ہے۔ (جواب) اس رقم پر زکوٰۃ بعد وصول ہونے کے اور وصول کے بعد سال بھر گذر جانے پر واجب ہوتی ہے، (۱) اور باوجود عدم جواز سود کے جو یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ بنک وغیرہ میں وہ رقم نہ چھوڑے بلکہ وہاں سے لے کر غرباء و فقراء و مساکین کو دے دی جاوے، اس کی وجہ ایک خاص ہے، وہ یہ کہ اگر وہ رقم وہاں چھوڑی جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ رقم پادریوں کو دی جاتی ہے جس سے وہ اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مرتد بنانے میں وہ روپیہ خرچ کرتے ہیں اور حکم شریعت کا یہ ہے من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونھما یعنی جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ اھون اور کمتر کو اختیار کرے۔ پس سود کا لینا بھی اگرچہ گناہ ہے مگر نہ ایسا جیسا کہ مسلمانوں کے مرتد بنانے اور بے دَین کرنے میں امداد دَینا اس لئے اس میں اس اھون طریق کو اختیار کیا گیا ہے۔ فقط۔"[20]

تیسرا فتویٰ:

" جو کچھ وصول ہو اس میں سے بقدر سود صدقہ کر دیا جاوے کیونکہ روپیہ (میں تمیز (۱) متعذر ہے اور زکوٰۃ بعد وصول کے لازم ہو گی۔ اس وقت سے زکوٰۃ کا حساب کیا جاوے گا جس وقت اس وضع کردہ رقم کی مقدار نصاب کو پہنچ جاوے۔

پراویڈنٹ فنڈ کی زکوٰۃ اور اس کی حقیقت کے عنوان سے پوچھے جانے والے سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں

"ہر سہ رقم کے وصول ہونے کے بعد حولان حول ہونے پر زکوٰۃ دَیناواجب ہو گا، سنین ماضیہ کی زکوٰۃ کسی رقم کی بھی لازم نہ ہو گی۔ رقم منافع ور قم عطیہ پر تو عدم وجوب زکوٰۃ ظاہر ہے کہ ابھی ملک مز کی میں نہیں آئی اور رقم مجر اشدہ کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ شان مصادرہ موجود ہے اور اجبار اس کی دلیل ہے اور معروض سقوط میں ہونا اس کا مستبد نہیں۔"[21]

مفتی عبد الحق حقانیؒ کا موقف

"اسی فنڈ کے بارے میں جب مفتی عبد الحق حقانی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ قبضہ سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں: "کوئی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ جو ملازم کی تنخواہ سے جبراً کچھ رقم کاٹتا ہے اور باوجود ملازم کی ملک ہونے کے اس مال پر ملازم کو تصرف وقبضہ نہیں حاصل ہو تا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق اس پر زکوٰۃ نہیں۔ علامہ ابن الھمام نے فتح القدیر میں فرمایا ہے:

روىٰ ابن ابى شيبة فى مصنفه عن عمر ابن ميمون قال قال اخذا لوليد بن عبد الملك رجل من اهل الرقة يقال له ابو عائشه عشرين الفا فالقاها فى بيت المال فلما ولى عمر ابن عبد العزيز اتاه ولده فرفعو ا مظلمتهم اليه فكتب الىٰ ميمون ان ادفعوا اليهم اموالهم وخذو و زكوٰة عامهم هذا۔الخ

کیونکہ یہ دَین ضعیف میں شامل ہے جو وصولی کے بعد حولان حول سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

قال علاؤ الدَين الحصكفى ؒ وعند قبض مائتين مع حولان حول بعد ه اى بعد القبض من دَين ضعيف وهو بدل غير مال كمهرو دية و بدل كتابة و خلع۔"[22]

مفتی رفیع عثمانی کا موقف

"مسئلہ 4۔۔ تنخواہ سے جو رقم پراویڈنٹ فنڈ میں کاٹی جاتی ہے ااور اس پر ماہ بماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کر تا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ (بنام سود یا انٹرسٹ) ملازم کے حساب میں جمع کر تا ہے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب پر ان میں کسی رقم پر سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہاں وصول ہونے کے بعد سے ضابطہ کے مطابق اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ مگر صاحبین کے نزدیک یہ رقم وصول کرنے کے بعد سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ بھی واجب ہو گی لہٰذا اگر کوئی شخص تقویٰ اور احتیاط پر عمل کرتے ہوئے سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ بھی دے دے تو افضل ار بہتر ہے نہ دے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ فتویٰ امام اعظم کے قول پر ہے فنڈ خواہ جبری ہو یا اختیاری زکوٰۃ کے مسائل میں دونوں کے احکام یکساں ہیں۔

مسئلہ 5۔۔۔ مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب کہ ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم اپنی ذمہ داری پر کسی دوسرے شخص یا کمپنی وغیرہ کی تحویل میں منتقل نہ کروادی ہو اگر ایسا کیا یعنی اپنے فنڈ کی رقم اپنی طرف سے اپنی ذمہ داری پر کسی شخص یا بینک، بیمہ کمپنی، اور

مستقل تجارتی کمپنی یا ملازمین کے نمائندوں پر مشتمل بورڈ وغیرہ کی تحویل میں دلوادی تو یہ ایسا ہے جیسے خود اپنے قبضہ میں لے لی ہو کیونکہ اس طرح جس کمپنی وغیرہ کو یہ رقم منتقل ہوئی وہ اس ملازم کی وکیل ہو گئی اور وکیل کا قبضہ شرعاً مؤکل کا قبضہ کے حکم میں ہے۔ لہٰذا جب سے یہ رقم اس کمپنی وغیرہ کی طرف منتقل ہو گی اس وقت سے اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہو جائیں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ضابطہ کے مطابق واجب الادا ہوتی رہے گی۔

مسئلہ 6۔۔۔اسی طرح اگر ملازم نے اپنے فنڈ کی رقم کسی تجارتی کمپنی کو اس شرط پر دلوادی کہ وہ اسے تجارت میں لگائے اور ملازم اس کے نفع ونقصان میں شریک ہو تو جس وقت سے یہ رقم اس کمپنی کو منتقل ہو گی اس پر زکوٰۃ کے احکام جاری ہو جائیں گے اور ہر سال کی زکوٰۃ ملازم پر ضابطہ کے مطابق واجب ہوتی رہے گی اور جب اس پر نفع ملنا شروع ہو گا تو نفع پر بھی زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ 7۔۔۔جب یہ رقم ملازم یا اس کے وکیل کو وصول ہو گی تو زکوٰۃ کے مائل میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب پر اس کا حکم اور ضابطہ وہی ہو گا جو کسی اور نئی آمدنی (مال مستفاد) کا ہوتا اور تفصیل اس ضابطہ کی یہ ہے:

1) ملازم اگر وصولیابی سے پہلے بھی صاحب نصاب نہیں تھا اور فنڈ کی رقم بھی اتنی کم ملی کہ اسے ملا کر بھی اس کا کل مال مقدار نصاب کو نہیں پہنچتا تو وجوب زکوٰۃ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

2) اور اگر پہلے صاحب نصاب نہیں تھا مگر اس رقم کے ملنے سے صاحب نصاب ہو گیا تو وصولیابی کے وقت سے جب تک پورا یک قمری سال نہ گزر جائے اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ ہو گی اور سال پورا ہونے پر بھی اس شرط پر واجب ہو گی کہ اس وقت تک یہ شخص صاحب نصاب رہے لہٰذا اگر سال پورا ہونے سے پہلے مال خرچ یا چوری وغیرہ ہو کر اتنا کم رہ گیا کہ یہ شخص صاحب نصاب نہ رہا تو زکوٰۃ واجب نہ ہو گی اور اگر خرچ ہونے کے باوجود سال کے آخر تک مال بقدر نصاب بچا رہا تو جتنا بچا صرف اس کی زکوٰۃ واجب ہو گی جو خرچ ہو گیا اس کی واجب نہ ہو گی۔

3) اور اگر یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب تھا تو فنڈ کی رقم مقدار نصاب سے خواہ کم ملے یا زیادہ اس کا سال علیحدہ شمار نہ ہو گا بلکہ جو مال پہلے سے اس کے پاس تھا جب اس کا سال پورا ہو گا فنڈ کی وصول شدہ رقم کی زکوٰۃ بھی اسی وقت واجب ہو جائے گی خواہ اس نئی رقم پر ایک ہی دن گزرا ہو، مثلاً ایک شخص کی ملکیت میں ہزار روپے سال بھر سے موجود تھے سال پورا ہونے سے ایک دن پہلے اسے پراویڈنٹ فنڈ کے مثلاً ایک ہزار روپے مل گئے تو اب اگلے روز اسے پورے دو ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی۔

مسئلہ 8۔۔۔جو شخص پہلے سے صاحب نصاب تھااور سال پورا ہونے سے مثلاً 4 ماہ قبل اسے فنڈ کی رقم مل گئی مگر وصول یابی کے بعد چار ماہ گزرنے نہ پائے تھے کہ کچھ روپے خرچ ہو گئے تو اب باقی ماندہ مال اگر بقدر نصاب ہے تو جتنا باقی ہے اس کی زکوٰۃ واجب ہو گی اور جو خرچ ہو گیا اس کی واجب نہ ہو گی اگر باقی ماندہ مال نصاب سے کم ہے تو زکوٰۃ بالکل واجب نہ ہو گی۔

مسئلہ 9۔۔۔مسائل زکوٰۃ کی یہ سب تفصیل امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مذہب پر تھی اور اگر احتیاطاً صاحبین کے قول کے مطابق سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ بھی دے دی جائے تو یہ بہت بہتر اور افضل ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب سے ملازم صاحب نصاب ہوا اس وقت سے ہر سال کے اختتام پر یہ حساب کر لیا کرے کہ اب اسکے فنڈ میں کتنی رقم جمع ہے جتنی اس وقت ہو اس کی زکوٰۃ ادا کر دے اسی طرح ہر سال کرتا رہے۔[23]

مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کا موقف

مفتی صاحب فرماتے ہیں "رسالہ "پراویڈنٹ فنڈ "مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ ومصدقہ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کی تحقیقات میں بندہ بھی شامل تھا مگر رسالہ کی اشاعت کے بعد اس پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ مختلف اوقات میں متعدد بار رسالہ کا بنظر غائر مطالعہ کیا تو رسالہ میں مندرجہ احکام کو بعینہا صحیح پایا جن کا خلاصہ یہ ہے:

1۔پراویڈنٹ فنڈ کی رقم وصول ہونے سے قبل اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، وصول ہونے کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فرض نہیں، آئندہ کے لیے یہ تفصیل ہے: اگر یہ شخص پہلے سے صاحب نصاب ہے تو اس نصاب پر سال پورا ہونے سے اس کے ساتھ اس رقم کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہو جائے گی۔اور اگر پہلے سے صاحب نصاب نہیں مگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم ملنے سے صاحب نصاب ہو گیا تو قمری مہینے کی جس تاریخ میں یہ رقم ملی ہے اس کے بعد ایک سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

2۔پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی جمع شدہ تنخواہ سے زائد ملنے والی رقم حلال ہے، جو ماہانہ کٹوتی میں جمع کی جاتی ہے وہ بھی اور جو مجموعہ پر سود کے نام سے جمع ہوتی ہے وہ بھی، شرعاً سود نہیں۔

3۔اگر پراویڈنٹ فنڈ کی رقم کسی بیمہ کمپنی کے حوالہ کر دی گئی تو اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔اس تفصیل کے مطابق جو اوپر نمبر 1 میں فنڈ وصول ہونے کے بعد سے متعلق لکھی گئی ہے۔اس صورت میں بیمہ کمپنی سے ملنے والا سود حرام ہے۔

رسالہ پر نظر ثانی کے نتیجہ میں احکام مذکورہ تو بدستور قائم رہے مگر ان احکام کی قرار دادہ بناء اور محررہ دلائل میں کلام ہے جس کی تفصیل یہ ہے: مسئلہ زکوٰۃ اور مسئلہ سود دونوں کی بناء اس پر رکھی گئی ہے:" پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ تنخواہ وصول سے قبل ملازم کی ملک میں داخل نہیں اور اس میں اس کا کسی قسم کا کوئی تصرف صحیح نہیں"۔[24]

"مفتی صاحب فرماتے ہیں: یہ دعویٰ صحیح نہیں اس لیے کہ اس رقم کا ملازم کی ملک ہونا اور اس میں اس کے تصرفات نفاذ نصوص فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت ہے۔ علاوہ ازیں ان نصوص میں یہ بھی تصریح ہے کہ بعض کتب میں جو "تستحق" تحریر ہے اس سے "تملک" مراد ہے استحقاق بمعنی ملک یا ظہور ملک کلام فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں بکثرت مستعمل ہے جیسے استحقاق مبیع وغیرہ۔ جزئیہ ثانیہ کے قائل علامہ ابن عابدینؒ ہیں انھوں نے اپنی اسی تحریر میں جو مختلف مثالیں پیش فرمائی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک مطلق کی نفی ہے مطلق ملک کی نہیں۔ خود علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثمن و دیگر سب دیون میں ہر قسم کے تصرفات کو جائز قرار دیا ہے"۔[25] اس کے بعد فرماتے ہیں: "ثبوت ملک کی بار بار تصریح کے باوجود بحر سے عدم جواز بیع نقل کر کے اس پر کوئی بحث نہ کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ انتفاء ملک مطلق پر مبنی ہے اور اثبات مطلق ملک کا ہے۔

علاوہ ازیں ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علامہ ابن نجیمؒ کی عبارت متعلقہ استحقاق وعدم ملک کو امور اربعہ میں سے صرف "بشرط تعجیل" سے متعلق قرار دے رہے ہیں، ویسے بھی ظاہر ہے کہ امور اربعہ میں سے امر اول یعنی تعجیل یقینا موجب ملک ہے حالانکہ عبارت بحر اس کو بھی شامل ہے، سو جیسے امر اول مستثنیٰ ہے اسی طرح دوسرے دلائل کے پیش نظر امرین آخرین کو بھی مستثنیٰ قرار دیا جائے گا اور جزئیہ بحر کو محض امر ثانی کے ساتھ مختص قرار دیا جائے گا، کما فعلہ ابن عابدینؒ۔ علامہ طحطاویؒ نے بھی جزئی بحر کو شرط تعجیل کے تحت نقل کیا ہے (طحطاوی ص6 ج4) امام ابو السعودؒ نے تو اس کی صراحة **"شرط تعجيل"** سے متعلق قرار دیا ہے اور ثبوت ملک کو ترجیح دی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ تملک اجرت صرف اجرت مطلقہ کے ساتھ خاص ہے اجرت مؤجلہ میں استیفاء منافع کے باوجود تملک نہیں پایا جاتا۔ اس دعویٰ پر دو دلائل پیش کئے ہیں: 1۔ بصورت تاجیل قبل الاجل حق طلب نہیں۔ 2۔ دَین مؤجل دائن کے لئے مانع اخذ زکوٰۃ نہیں۔

ان کا یہ خیال اور دلائل صحیح نہیں۔

دلیل اول اس لیے صحیح نہیں کہ ملک کے باوجود عدم حق طلب ہو سکتا ہے **كما في لرهن وحبس المبيع لاستيفاء الثمن** بندہ کے اس جواب کے بعد کتب فقہ میں اس کی صراحت مل گئی کہ دَین مؤجل بھی دائن کی ملک ہے، قال العلامۃ ابو السعودؒ: **(قوله عينا كان او دَينا)كانت الاجرة عينا لا تملك نفس العقد وان كانت دَينا تملك وبنفس العقد ويكون بمنزلة الدَين المؤجل وامة المشائخ ؒ على ان الصحيح الاول حمو ى عن الذخيرة (فتح المعين)** دلیل ثانی میں علائیہ کا یہ جزئیہ تحریر ہے: **وابن السبيل وهو كال من له مال لامعه ونه قالو من كان ماله مؤجلا (رد المختار)** اس دلیل کے ابطال کے لیے خود یہی جزئیہ کافی ہے، اس میں تصریح ہے کہ جواز اخذ زکوٰۃ عدم ملک کو مستلزم نہیں، بعض صورتوں میں مالک نصاب بھی مصرف زکوٰۃ بن سکتا ہے۔

تحقیق

تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم ملازم کی ملک ہے، معہذا وصول سے قبل اس پر زکوٰۃ نہیں اور اس پر ملنے والے تمام اضافات حلال ہیں سود کی تعریف میں داخل نہیں۔

مسئلہ زکوٰۃ: دَین اجرت پر عدم وجوب زکوٰۃ کی وجہ اور اس کی پوری تفصیل اوپر امام کاسانیؒ سے نقل کی جاچکی ہے۔"[26]

مفتی کفایت اللہ دہلوی کا موقف

مفتی صاحب ایک سوال:

"زید اپنی تنخواہ سے کچھ روپیہ ماہوار پراویڈنٹ فنڈ نکالتا ہے اور وہ روپیہ خزانہ سرکاری میں جمع ہوتا رہتا ہے اور یہ رقم منہا کر کے تنخواہ ملتی ہے لہٰذا زید پر اس قسم کے جمع شدہ روپے پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں "۔[27] کے جواب میں فرماتے ہیں:"پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر بھی زکوہ نہیں وصولی کے بعد حولان حول پر زکوٰۃ ہوگی"۔[28]

مفتی خیر محمد جالندھریؒ کا موقف

"بندہ ایک ریلوے ملازم ہے اور بندہ کو زکوٰۃ کے بارے میں مندرجہ ذیل فتویٰ درکار ہے، ہر ریلوے ملازم کے مستقل ہو جانے کے بعد پراویڈنٹ فنڈ ہر ماہ تنخواہ سے لازماً کاٹ لیا جاتا ہے اور اس فنڈ کو ملازم اپنی ملازمت سے ریٹائرڈ ہونے سے پہلے واپس نہیں لے سکتا، کیا ایسی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگی ؟البتہ ہر سال جتنی رقم کٹ جاتی ہے اس کا میزانیہ بتلا دیا جاتا ہے"۔[29] اس کے جواب میں فرماتے ہیں:"پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ روپیہ پر زکوٰۃ نہیں"۔[30]

خلاصہ بحث ونتائج

ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ پر زکوۃ کے وجوب اور عدم وجوب کے حوالے سے پانچ طرح کے مؤقف سامنے آتے ہیں۔ پہلا مؤقف یہ ہے کہ جب تک پراویڈنٹ فنڈ پر قبضہ نہیں ہوتا اس پر زکوٰۃ نہیں لیکن جب ملازم کے قبضے میں آجائے تو اس پر سالہائے گزشتہ کا حساب کر کے زکوٰۃ واجب قرار دی جائے گی اور ادا کرنا ملازم پر لازم ہے۔ دوسرا مؤقف یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ پر چاہے قبضہ ہو یا نہ ہو ہر صورت میں زکوٰۃ واجب ہے۔ تیسرا مؤقف یہ ہے کہ قبضہ کے بعد صرف اس رقم پر سالہائے ماضیہ کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے جو ملازم کی تنخواہ سی کاٹی جاتی رہی ہے اور اب ملازم کے قبضہ میں آچکی ہے۔ چوتھا مؤقف یہ ہے کہ اگر تو پراویڈنٹ فنڈ جبراً کاٹا جاتا ہے تو اس صورت میں قبضہ کے بعد بھی (گزشتہ سالوں کی) اور قبضہ سے پہلے بھی زکوٰۃ واجب نہیں لیکن اگر پراویڈنٹ فنڈ ملازم کے حوالے سے ملازم کو اختیار تھا اور اس نے اختیاری یہ رقم کٹوائی ہے تو اس

صورت میں ہر سال دوران سروس بھی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ جب کہ پانچواں موقف یہ کہ جب تک یہ فنڈ ملازم کے قبضے میں نہیں آجاتا اس پر چونکہ دین ضعیف ہے اس لیے اس پر قبضہ سے قبل ملازم کے ذمہ زکوٰۃ واجب نہیں اور قبضہ کے بعد بھی گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں قرار دی جائے گی بلکہ آئندہ کے لیے اگر وہ رقم نصابِ زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور زکوٰۃ کی دیگر شرائط پائی جائیں تب زکوٰۃ واجب ہو گی۔ دلائل کو اگر دیکھا جائے تو پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کے عدم وجوب کے قائلین کے دلائل مضبوط نظر آتے ہیں۔ اس لیے ان کے موقف کو ترجیح دی جائے گی۔ یہ راقم کا نقطہ نظر ہے جس سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے اور اتفاق بھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1 رحیمی چر تھاوَلی، ادریس حبان، **خواتین کے لیے اصلاحی تقاریر** (سہارنپور: مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، س۔ن)، ص56
Rāheemi chārthawli, Idrees Hābbān, *Khawateen kay liy Islahi Taqareer*(Sharanpur, Maktaba Taybah), 56.

2 ایضاً
Aydan

3 ایضاً
Aydan:

4 ایضاً
Aydan:

5 **محمد شفیع**، مفتی، **امداد الفتاویٰ جدید** (مطول حاشیہ، قاسمی شبیر احمد)، زکریا بک ڈپو دیوبند، سہارنپور، انڈیا، ج4 ص29
Muhmāmmād Shāfi, Mufti, Imdād ul fātāwā Jādeed (Saharanpur, Zākāriā Book Depot), 4:29

6 ایضاً
Aydan:

7 مفتاحی، مفتی محمد شعیب اللہ خان، **نفائس الفقہ** (انڈیا: مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور، س۔ن)، ج1، ص121
Mifthi, Mufti Muhammad Shuaif Khan, *Nafais ul Fiqh* (India:Deoband, Maktaba Maseeh Ul Umat), 121

8 ایضاً
Aydan:

9 **الكاساني**، علاء الدين ابو بكر بن مسعود الحنفي (م:587ھ)، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع** (بيروت، دار الكتب العلمية، 1406ھ) ،2:278۔
Al-Kasani, Aladdin Abu Bakr ibn Mas'ud (d. 587 AH), *Badaai al-Sana'a fi Tarteeb Al Sharaai*, (Beirut, Dar Al-Kitab Al-Ilamiyyah, 1406 AH), 2: 278.

10 (شامی ص36، ج2 ومنحۃ الخالق ص2232 ج2)

11 ایضاً ص8
Aydan: p. 8

12 http://farooqia.com/ur/lib/1434/05/p23.php

13 منصور پوری، سید سلمان، **کتاب المسائل** (انڈیا: المركز العلمى للنشر والتحقيق مراد آباد، ج2، ص227

Mansurpori, Syed Salman, Kitab ul Masail (India: MuradAbad, al-markaz ul-Ilmi linnashr wat-tahqeeq), 2:227.

14 امروہی، نجم الحسن، مفتی، **نجم الفتاوی** ، www.elmedeen.com، ج3، ص48،

Amroahi, Najm-ul-hasan, Mufti, *Najum-ul-Fatawa*(www.elmedeen.com), 3:48.
Aydan: p.362

15 رحمانی، خالد سیف اللہ، **کتاب الفتاویٰ**، www.elmedeen.com، ج3، ص226

Rehmani, Khalid Saif Ullah, *Kitab ul Fatawa*, (www.elmedeen.com), 3:226

16 تقی عثمانی، مفتی، **فتاوی عثمانی** (کراچی: مکتبہ معارف القرآن)، ج2، ص21،

Taqi Usmani, Mufti, Fatawa Usmani (Karachi: Maktaba Maariful Quran), 2:21

17 ایضاً ص30،29

Aydan: p. 29,30

18 لدھیانوی، مولانا یوسف، **آپ کے مسائل اور ان کا حل**، www.shaheedeislam.com، ج3، ص510

19 عثمانی، عزیز الرحمن، مفتی، **فتاوی دار العلوم دیوبند** (کراچی: دارالاشاعت،) ج6، ص215

Usmānī , Aziz Ur Rehman, Mufti, *Fatawa Darul Uloom Deoband* (Karachi: Darul Ishaat), 6:215

20 ایضاً ص216

Aydan: p. 216

21 ایضاً ص221،220

Aydan: p. 220,221

22 حقانی، عبد الحق، **فتاوی حقانیہ** (کراچی: دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)، ص503،502، ج3

Haqqani, Abdul Haq, *Fatawa Haqqania* (Karachi: akoarha Khatak, Darul Uloom Haqqania), 3:502,503

23 رفیع عثمانی، مفتی، **احکام زکوٰۃ** (کراچی: ادارۃ المعارف)، ص62،61،60،59

Rāfi Usmani, Mufti, Ahkam e Zakat (Karachi: Idaratul ma'arif), 59 to 61

24 رشید احمد، مفتی، **احسن الفتاویٰ** (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی،، 1425) ص37، ج7

Rasheed Ahmad, Mufti, Ahsanul Fatawa (Karachi: HM Saeed Company),7:37

25 ایضاً ص48

Aydan: p. 48

26 ایضاً ص50،49

Aydan: p. 49,50

27 کفایت اللہ دھلوی، مفتی، **کفایت المفتی** (کراچی: دار الاشاعت، 2001) ص260، ج4

Kifāyat Ullah Dehalvi, Mufti, *Kifayat Ul mufti* (Karachi: Darul Ishaat), 4:260

28 ایضاً ص261

Aydan: p. 261

29 خیر محمد، مفتی، **خیر الفتاویٰ** (ملتان: مکتبہ امدادیہ، س،ن)، ص434، ج3

Khair Muhammad, Mufti, *Khair al-Fatawa* (Multan: Maktaba Imdadiya, S, N), p. 434, vol. 3

30 ایضاً، ص435

Aydan: p. 435